گلبدن بیگم: تاریخی و تحقیقی جائزہ

کشور سلطانہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اِسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

گُلبدن بیگم (پھولوں کی شہزادی) ظہیرُ الدین بابر کی بیٹی تھی وہی معروف فرمانروا جس نے ہندوستان میں مُغل سلطنت کی بُنیاد رکھی اور یوں نہ صرف مُغلیہ تاریخ کے حوالے سے بلکہ تاریخی، علمی و ادبی لحاظ سے بھی گلبدن بیگم کا اپنا ایک منفرد مقام ہے۔ ایک باصلاحیت مُغل شہزادی ہونے کے ناطے ماضی میں اُن کے مؤثر کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ادبی لحاظ سے شاہی روایات کو جس طرح گلبدن بیگم نے سمجھا اور تحریری طور پر نبھایا یہ اِنہی کی ہمہ جہت شخصیت کا جوہر خاص تھا اور اِسکا بین ثبوت انہوں نے ہمایوں نامہ لکھ کر دیا۔ گویا علمی و ادبی میدان میں بھی شاہی خواتین نے اپنی قابلیتوں کی بدولت اپنے وجود کا خوشگوار اِحساس دلایا۔ زیرِ نظر مضمون کا مطمحِ نظر بھی گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ کے حوالے سے علمی و تحقیقی کردار کا جائزہ لینا ہے۔ اِس میں اُنہوں نے بابر کے دور سے لے کر عہدِ اکبری تک کے نمایاں واقعات بطرزِ خوبی بیان کئے ہیں۔ اِس مضمون میں اِنہی مذکورہ واقعات کو احاطۂ قلم میں لانے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

گلبدن بیگم نے اپنی تصنیف میں اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ بابر نے کس طرح ہندوستان پر حملہ کیا؟ اور اُس کی حیران کُن کامیابی کے راز اور وجوہات کیا تھیں؟ بایں ہمہ اُنہوں نے اِس بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھا کہ بابر کو اپنی تمام سلاولادوں میں سے ہمایوں سے اِتنی محبت کیوں تھی؟ اور پھر کس طرح ہمایوں کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے مُشکلات اور دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ متذکرہ بالا تاریخی حالات و واقعات کے سمندر میں گلبدن بیگم نے جہاں ہمایوں نامہ میں شاہی خواتین کے کارہائے نمایاں کی کشتیاں رواں کی ہیں وہاں قارئین کے ذوقِ مطالعہ کو جلا بخشنے کے لئے اِن کے روزمرہ کے معاملات بھی زیرِ بحث لائی ہیں۔

سیاسی منظر

ظہیرالدین بابر نے پانی پت کی جنگ میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں مُغل سلطنت کی پُرشکوہ عمارت کی پہلی اینٹ رکھی۔ بعدازاں ہمایوں اور اکبر نے مُغل سلطنت کی بُنیادوں کو مزید مضبوطی بخشی۔ سترہویں صدی تک جہاں زندگی

کے دوسرے شعبوں میں مغلوں نے نا قابلِ فراموش کارنامے سرانجام دیئے وہاں علمی و تاریخی حوالے سے بھی اُنہوں نے اپنالوہا منوایا اور تصنیف و تالیف کے ضمن میں اہم تخلیقات پیش کیں۔ اِن میں تزکِ بابری، آئینِ اکبری، ہمایوں نامہ منتخب التواریخ، تاریخ ہمایوں اور تاریخ رشیدیہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔لیکن یہاں ہمارا موضوع تاریخ میں گلبدن بیگم اور ہمایوں نامہ کی اہمیت سے متعلق ہے۔ہمایوں نامہ میں درج حقائق کی تاثیر اور طاقت پرواز پرکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم آپکو بتائیں کہ تاریخ سے کیا مراد ہے اور تاریخی اعتبار سے مندرجہ بالا کتب کی کیا اہمیت ہے۔

تاریخ

لفظ ''تاریخ'' سے مراد قوموں کے عام وقائع کا بیان بہ ترتیب سالیانہ یعنی شرح وقائع کا بیان ہے۔ یہ لفظ کسی عصر خاص کی ابتدا کا تعین، حساب حوادث کے وقت کا تعین بترتیب تاریخی وقائع اِستعمال ہوتا ہے۔مثلاً مسلمانوں کے ہاں تاریخ ہجری کا آغاز ''سنِ ہجری'' پیدائشِ دنیا کی تاریخ'' تاریخ العالم' حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی ''تاریخ مسیح'' اور خلقتِ عالم کی تواریخ وغیرہ۔ یہ لفظ بہت سی تاریخی کتابوں کے نام کا بھی جزو ہے۔

عربی زبان میں لفظ تاریخ زمانہ، حساب اور تعین وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔لفظ تاریخ مادہ و-ر-خ سے مشتق ہے۔ جو سامی زبانوں میں مشترک ہے۔مثلاً عبرانی زبان کے لفظ یارے اخ ''چاند'' اور پیرح۔''مہینہ'' میں یہی مادہ موجود ہے۔اسی مشابہت کی بنا پر قیاس کریں تو لفظ تاریخ کے معنی ہونگے ''مہینے کا تعین کرنا'' چنانچہ ایک طرف تو لفظ تاریخ کے معنی کسی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کا زمانہ متعین کرنا اور روداد وقائع ہے اور دوسری طرف وقائع کی تاریخوں، زمانہ اور ترتیب زمانی کا تعین یعنی تاریخ وار سلسلۂ ترتیب سے واقعات کا تعین کرنا ہے۔

فارسی زبان میں لفظ تاریخ ''ماہ وروز'' کا معرب ہے۔یعنی ماہ (چاند) اور روز (دِن) سے مراد ہے۔اِس میں بھی ایک مبہم سا اِحساس پایا جاتا ہے کہ اِس لفظ کو مہینے کی اِبتداء کے تعین سے کچھ نہ کچھ تعلق ضروری ہے۔ممکن ہے اِس نظریے کا اِس روایت سے تعلق ہو (جو متعدد مؤرخین نے بیان کی ہے) اُجس کی رو سے اسلامی سن کو ہجرت کے سال سے شروع کرنے کا مشورہ حضرت عمر کو الہرمزان نے دیا تھا۔

انگریزی زبان میں یہ لفظ ہسٹری (History) کے طور پر استعمال ہوا ہے۔جو لاطینی زبان کے لفظ ہسٹوریا Historia سے مشتق ہے۔ جس سے مراد کسی واقعہ کی تفتیش و تحقیق کرنا ہے۔عام طور پر لفظ تاریخ سے مراد کسی قوم، معاشرہ

اور ادارے کے وقائع خاص کا صحتِ وجوہات کے ساتھ ترتیب وار تحریری ریکارڈ ہے۔

یونانی زبان میں یہ لفظ ایڈنئے Eidenai کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جس سے مراد کسی واقعہ کی بصیرت اور ادراک حاصل کرنا ہے۔ جرمن زبان میں یہ لفظ گشئے (Geschiehte) تین قسم کے مفہوم ادا کرتا ہے:

۱- کسی واقعہ کا وقوع پذیر ہونا

۲- وہ سلسلۂ تحقیق جس کی بدولت وقائع کا علم ہو۔

۳- معلوم شدہ وقائع کا بیان ہے۔[۲]

فرانسیسی زبان میں یہ لفظ ہسٹر Istor، Histor کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جس سے مراد ماضی کی کسی چیز یا واقعہ کے بارے میں جاننا اور معلومات رکھنا۔

تاریخ کی مختلف زبانوں میں مختلف تعریفات اور تشریحات کے بعد ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ تاریخ کا آغاز کس طرح ہوتا ہے اور اُسے ماضی کے حالات جاننے کی ضرورت کیوں پیش آئی:-

تاریخ کا آغاز اُس وقت ہوتا ہے جب انسان فطرت کے قریب تھا اور اُسے دُوسروں سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ اُسے تو اِس بات کی فکر دامن گیر تھی کہ وُہ کس طرح اپنی بھوک مٹائے۔ گویا انسان کی وہ حالت حیوانوں سے زیادہ قریب تھی جُوں جُوں زمانہ ترقی کرتا گیا اور انسان معاشرتی شب و روز میں داخل ہوا تو اِنسانی معاشرہ وجود میں آیا۔ میل جُول اور باہمی ضروریات کے لیے انسان آپس میں ملے تو انسانی تہذیب کا آغاز ہوا اور یوں خاندان، برادری، قبیلہ، گاؤں، شہر، ملک، قومیں، تمدن اور تہذیبیں وجُود میں آئیں اور باقاعدہ تمدن کی بُنیادیں اُستوار ہونے لگیں۔ یہ تہذیبیں گاہے بگاہے پروان چڑھیں اور پھر از تقاضائے زمانہ رو بہ زوال بھی ہو جاتیں۔ بعینہٖ جب اِنسان نے تہذیب و ثقافت میں پیش رفت کی تو اپنے ماضی کے حالات دریافت کرنے کا شوق اَز خود بڑھنے لگا۔ کیونکہ انسان اپنی اِسی متجسس فطرت کی بدولت وہ ترقی کے زینے پھلانگ رہا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ فکر بھی لاحق ہوئی ہے کہ مستقبل میں آنے والی نسلیں کہیں اسکے قیمتی تجربات سے استفادہ کرنے میں محروم نہ رہ جائیں۔ لہٰذا اس اندیشے کے پیش نظر حیاتِ انسانی کے اِن قیمتی تجربات کو محفوظ کرنے کی کوششوں کا آغاز ہوا اور فن تحریر کی نت نئی ایجادات منظر عام پر آنے لگیں۔ ماضی میں قیمتی تجربات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے اس کے بعد پتھروں، درختوں کی چھالوں، جانوروں کی کھالوں، پتوں اور پھر صفحۂ قرطاس پر منتقل کیے جانے لگے۔ آریوں کی وید، زرتشتوں کے ژند اور اوستا، حضرت موسیٰ

کے فرامین زبور، توریت، حموارابی کے قوانین، فراعین کے اہرام اور اشوک کی لاٹیں۔ جیسی قدیم تاریخی کُتب ہی تو ہیں جو مختلف عہد کے انسان کی تاریخی ثقافت اور ذوق ورُجحان کا پتہ دیتی ہیں۔ انسانی تہذیب وتمدن کی منتقلی اور ترویج کا یہ سلسلہ اپنی مسلسل رفتار سے جاری وساری رہا۔ پھر وہ وقت بھی آپہنچا جب تصنیف وتالیف کا سہارا لیا گیا اور لوگوں نے ماضی کے حالات وواقعات کو تحریر کی صورت دے کر کتاب کی شکل میں متعارف کرایا۔ اور یوں یہ سلسلہ بالآخر برصغیر و پاک وہند میں بھی پہنچا۔

گویا یہ امر برحقیقت ہے کہ تاریخ تہذیب وتمدن کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انسانیت کے خدوخال اپنی جزئیات میں اپنی تمام تر خوبیوں اور خامیوں کو سموئے ہر ہر پہلو سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور یوں اِنسانی تہذیب نے خوب سے خوب تر کی سرکردگی میں جو ارتقائی سفر طے کیا اور جن وادیوں اور منزلوں سے یہ کاروان رنگ وبو گزرا، اِن کی روداد جب الفاظ کے پیکر میں ڈھلتی ہے تو تاریخ کا چہرہ وقت کے روبرو ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ ماضی کے واقعات کو صرف دہرا دینے کا ہی نام نہیں بلکہ ماضی کی بازیافت کا فن بھی ہے۔ واضح رہے کہ کچھ مخصوص افراد کے نام گنوا کر یا کچھ محض چند شخصیتوں کے حالات قلم بند کر کے عہدِ گزشتہ کی یادوں کو زندہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس مقصد کی انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کے اسباب و نتائج کا بہ نظر غائر مشاہدہ کیا جائے اور اجتماعی زندگی کی ان قدروں کا ہر زاویے سے جائزہ لیا جائے جو اقوام کے عروج وزوال سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ مؤرخ کا کام صرف اِتنا ہی نہیں کہ وہ اپنے بیشتر مورخین کے بیانات ''اندازِ دیگر'' سے پیش کردے بلکہ اُسے سیاسی، معاشی اور جغرافیائی حالات کے فکری تجزیے سے اسباب وواقعات اور اُن کے اثرات کی ایک ایسی تصویر پیش کرنا پڑتی جو ماضی کے تمام تر پہلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہو۔ مندرجہ بالا بحث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور ہمایوں نامہ پر براہ راست تبصرہ کرنے سے قبل مصنفہ کے حالاتِ زندگی سے واقفیت حاصل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے کہ مصنفہ نے اِن تاریخی واقعات کو قلمبند کیا تو اِس کے سامنے کیا حالات وواقعات تھے اور کیوں؟

حالاتِ زندگی

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اِس کی
کہ ہر شرف ہے اِسی درج کا دُرِ مکنوں

ظہیرالدین بابر کی بیٹی، ہمایوں کی سوتیلی بہن اور اکبر کی پھوپھی، شاعرہ اور مصورہ کابل میں 1533ء کو پیدا ہوئیں وہ نسلاً تیموری تھیں اور ترک خاندان سے اُن کا تعلق تھا۔ ان کی والدہ کا نام دِلدار بیگم تھا جو سلطان محمود مرزا فرمانروائے سمرقند کی بیٹی تھیں [۳]۔ وہ جب ڈھائی سال کی ہوئیں تو بابر کی چہیتی بیوی ماہم بیگم نے اُنہیں اپنی ممتا کی تشنگی مٹانے کے لیے گود لے لیا۔ کیونکہ

اُن کی اپنی تمام اولاد سنِ طفالت میں ہی وفات پا گئی تھی[۴]۔ ماہم بیگم نے گلبدن بیگم کی تربیت بیٹے کی طرز پر کی۔ کیونکہ ہندوستان کے خاندان تیموری کی علم دوستی اور حسن ذوق کا یہ نمایاں ثبوت ہے کہ جہاں انہوں نے حکومت کا نظم ونسق سنبھالنے اور ملک داری کے لیے اپنے شہزادوں کو اعلیٰ تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا۔ وہاں اُنہوں نے شہزادیوں کو بھی زیورِ تعلیم سے محروم نہ رکھا۔ نہ صرف اِن کے درباروں میں علم وفن کی مجلسیں قائم تھیں بلکہ وہاں اُن کے خلوت کدوں میں بھی علم وادب کی بزم آراستہ رہتی تھی یہ جان کر ذہن ودل بحرِ حیرت میں غوطہ زن ہونے لگتے ہیں کہ فتوحات کی معرکہ آرائیوں اور جانشینی کی جنگوں کی خون آشامیوں کے باوجود تیموریوں نے جلوت وخلوت دونوں کو علم وہنر کی شمع سے منور رکھا۔ چنانچہ علمی حیثیت وقابلیت کے حوالے سے تیموری شاہزادوں کے ساتھ ایسی تیموری شہزادیاں بھی جلوہ افروز ہیں جن کی ذات پر برصغیر کے اربابِ علم وفضل کو بجا طور پر ناز ہوسکتا ہے تیموری شاہزادیوں کی علمی بزم میں سب سے پہلے گلبدن بیگم پر نظر پڑتی ہے۔ وہ اعلیٰ علم وتربیت کی بدولت ترکی اور فارسی کی قابل قدر انشاء پرداز اور شاعرہ گزری ہیں۔

۱۵۲۹ء میں اُن کی شادی خضر خواجہ خان سے ہوئی تھی۔ جو چغتائی خاندان کا ایک فرد اور یونس خان کا پڑپوتا تھا۔ خضر خواجہ سے جو ہمایوں اور اکبر کا ایک اہم عہدیدار تھا اور ایک زمانے میں پنجاب کا صوبیدار بھی رہا، اس کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جب ہمایوں ہندوستان سے نکلا تو وہ اِس کے ساتھ ایران نہیں گئیں بلکہ اپنے بھائیوں کامران اور ہندال کے پاس افغانستان میں رہیں۔ ۱۵۴۵ء تک وہ کابل میں رہیں۔ اکبر کے عہدِ حکومت کے دوسرے سال یعنی ۱۵۵۷ء میں وہ ہندوستان آئیں۔ ۱۵۷۶ء میں وہ اپنی بھتیجی سلیمہ بیگم اور خاندانِ شاہی کی دوسری خواتین کے ہمراہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئیں اور ۱۵۸۲ء میں وہ واپس آئیں۔ پھر ۱۵۹۰ء میں وہ اکبر کی والدہ کے ہمراہ شہنشاہ سے ملنے کابل گئیں اور ۱۶۰۳ء کو انہوں نے وفات پائی۔

ہمایوں نامہ

گلبدن بیگم نے اپنی جو سرگزشت لکھی اِس کا نام ہمایوں نامہ ہے۔ اصل میں یہ کتاب فارسی اور ترکی میں لکھی گئی۔ جو اپنے طرزِ انشا کے لئے ایک بے مثل اور بابر و ہمایوں کے عہد کے تمدنی، معاشرتی اور تاریخی واقعات کے لئے ایک قیمتی ماٰخذ ہے[۵]۔ عرصہ دراز تک یہ کتاب گمنامی کے اندھیرے میں پڑی رہی۔ آخر کار ایک نامکمل نسخہ برٹش میوزیم کی لائبریری سے بازیاب ہوا اور جس کا مسز اے بیورج (Mrs.A.Baveridge) نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے لیے ۱۹۰۲ء میں انگریزی میں ترجمہ کیا[۶]۔ ۱۹۲۵ء میں فارسی میں ہمایوں نامہ گلبدن[۷] کے نام سے لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اِس میں ۱۵۸۷ء کے واقعات کا

تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جس نے ایک مدّت بعد اپنے بھتیجے اکبر کی درخواست پر اکبرنامہ کی ترتیب وتدوین کے لیے خاندان کے بعض مردوں کی طرح حالاتِ زندگی قلم بند کیے تھے۔ وہ بچوں کی اس نئی پود میں سے تھیں جن کی مائیں تیموری خاندان سے تھیں لیکن مصائب گزشتہ کی پریشانی اور سمرقند کی عظمتِ رفتہ کے ملال واندادہ کی بجائے وہ کابل کی خوشدلی کی فضا میں پلی تھیں [۸]۔ اس میں بابر اور ہمایوں کی فتوحات اور اُس کے مصائب کا ذکر موجود ہے۔ بابر کی فتوحات اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے وہ یوں رقم طراز ہیں:-

بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے اور گیارہ سال تک انہوں نے سلاطین چغتیہ، تیموریہ اور افربکیہ کے ساتھ جو لڑائیاں لڑیں اور اقتدار کے لیے جو جدو جہد کی، اِس کی روداد کہنے سے زبان وقلم عاجز ہے۔ حضرت بادشاہ (والدِ محترم) کو بادشاہت وجہانگیری کے سلسلہ میں جو محنت اٹھانی پڑی اور جن خطرات سے دوچار ہوئے، بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئے ہونگے۔ والد بزرگوار نے جس دلیری، مردانگی اور تحمل کا مظاہرہ دشمن سے لڑتے وقت اور خطرات سے ٹکراتے وقت کیا اس کی مثال نہیں ملتی دو دفعہ اعلیٰ حضرت (بابر) نے بزورِ شمشیر سمرقند کو فتح کیا پہلے حملے کے وقت میرے باپ کی عمر ۱۲ سال تھی۔ دوسری بار وہ ۱۹ سال کے تھے۔ تیسری بار جب وہ سمرقند پر حملہ آور ہوئے تو ان کی عمر ۲۲ سال تھی۔ چھ مہینے تک اُنہوں نے سمرقند کے محاصرہ کی شدت برداشت کی۔ اس محاصرہ کے وقت اُن کے چچا سلطان حسین مرزا بیقرار خُراسان میں تھے۔ اُنہوں نے میرے بابا کی کوئی مدد نہ کی۔ سلطان محمود خان کاشغر میں تھے ان کی طرف سے بھی میرے بابا کو کوئی کمک نہ ملی۔ چونکہ کسی طرف سے کوئی مدد ان کو حاصل نہ ہوئی تھی اس لئے وہ مایوس ہو گئے۔ [۹]

بابر کی ہمایوں سے محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

''ایک دفعہ ہمایوں بیمار ہو گیا۔ تو والدہ ماجدہ (دلدار بیگم) بے حال ہو گئیں اور ماہئی بے آب کی طرح تڑپتی دہلی کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب حضرت بادشاہ (بابر) تشریف لائے اور حال دریافت کیا۔ ہمایوں کے چہرۂ نورافشاں کو دیکھتے ہی پریشان ہو گئے۔ اور ہمایوں بھی باپ کو دیکھ کر ہائے ہائے کرنے لگے۔ اسی دوران میری ماں نے بابا سے کہا۔ تمہیں میرے بیٹے کی کیا فکر ہے تم بادشاہ ہو تمہیں کیا غم ہو سکتا ہے۔ تمہارے اور بھی بیٹے ہیں۔ میں بدنصیب ہوں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ بادشاہ بابا نے جواب دیا۔ بلا شبہ ماہم، میرے اور بھی

بیٹے ہیں لیکن میں تمہارے ہمایوں سے تمام دوسرے بیٹوں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ تمہارا یہ بیٹا سدا اسلامت رہے اور ہر طرح کی خوشی پائے اور پھر میں اسے بادشاہت دینا چاہتا ہوں دوسروں کو نہیں کیونکہ میرا کوئی اور بیٹا اس جیسا نہیں۔[۱۰]

اس کے علاوہ ہندال مرزا اور کامران مرزا کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ایک بار ہندال مرزا سے ناراضگی کا قصہ بیان کرتے ہوئے انتہائی سادہ زبان میں یوں تذکرہ کرتی ہیں[۱۱] کہ

ایک بار بابر والدہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ کچھ دیر کے لیے حاضرین رخصت ہو جائیں جب تنہائی ہوگئی تو آپ نے تمام خاندانی خواتین سے کہا کہ ہندال میری قوت اور میرا نیزہ ہے۔ وہ میری آنکھوں کا نور ہے اور میرے بازو کی قوت ہے۔ وہ میرا محبوب اور پسندیدہ ہے۔ جو ہوا سو ہوا ''روا باشد'' جو خدا کو منظور تھا۔ وہی ہوا۔ اس وقت میرزا ہندال کے بارے میں میرے دل میں کوئی غبار نہیں ہے اور اگر آپ لوگ باور نہیں کرتیں تو میں قرآن اُٹھانے کو تیار ہوں۔ سب نے کہا کہ ٹھیک ہے اور پھر والدہ ماجدہ ہندال کو لینے گئیں۔ اور ہندال والدہ کے ہمراہ آگرہ آیا اور بادشاہ کے حضور پیش ہو کر صفائی پیش کی۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بابر جو کہ اُس وقت پورے ہندوستان کا بادشاہ تھا لیکن اپنی گھریلو زندگی میں ایک عام انسان کی حیثیت سے برتاؤ کرتا نظر آتا ہے اور گلبدن بیگم نے کس طرح سادہ زبان میں تمام حالات و واقعات کو پیش کیا کیونکہ اِس طرح کی معلومات سوائے گھر کے افراد کے کوئی اور زبانِ قلم کے ذریعے قارئین کو نہیں دے سکتا۔ لفظوں کی ادائیگی اور سریلے پن کا احساس بھی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صاف گوئی، اعترافات اور سچائی غرض اس میں کیا کچھ نہیں پھر انداز بیاں نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور یوں بیاں سادہ و شیریں ہے۔ گویا مشاہدہ گلبدن کا نہیں بلکہ براہِ راست اُس قلم کا ہے جس نے ہمایوں نامہ لکھا۔ اِس میں جس کردار کا ذکر آیا وہ پڑھنے والے کو اپنے لباس، اپنی مخصوص شبہات، اپنے عادات واطوار اور کردار میں یوں نظر آیا جیسے قاری ایک شفاف آئینہ میں مکمل ماحول کے اندر اس کردار کا نظارہ کر رہا ہو[۱۲] مثلاً

بیماری کے دوران حضرت بادشاہ نے میری والدہ محترمہ پر ذمہ داری ڈالی کہ گل رنگ بیگم اور گل چہرہ بیگم (بیٹیوں) کی شادیوں کا اہتمام فرمائیں نیز حکم دیا کہ جب حضرت محمد جیو تشریف لائیں اور مزاج پرسی

کریں تو ان سے کہا جائے کہ بادشاہ کہتے ہیں کہ میرے دل کی تسکین کیلئے گل رنگ کو ایسن تیمور سلطان اور گل چہرہ کو توختہ بوغا سلطان سے بیاہ دیا جائے [۱۳]

آکا جانم تبسم فرماتی ہوئی تشریف لائیں۔ ان سے عرض کیا گیا کہ حضرت بادشاہ نے یہ بات کہی ہے اور ان کو یہ تجویز سوجھی ہے اب آپ کی رضا درکار ہے جیسے آپ فرمائیں ویسے ہی ہوگا انہوں نے یہ بات پسند کر لی ور خدا سے اس کے مبارک ہونے کی دعا کی اور فرمایا کہ بادشاہ کا خیال بالکل درست ہے میری بچیہ، بدیع الجمال بیگم اور آفاق بیگم بادشاہ کے حضور پیش کی گئیں۔ ایک چبوترہ بنایا گیا اس پر قالین بچھایا گیا اور مناسب و مبارک گھڑی مقرر کر کے میری ماں نے دونوں سلطانوں کو اپنے حضور جھکنے کی سعادت اور اپنی دامادی کا شرف بخشا۔

مندرجہ بالا واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس دور کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی حالات کا تذکرہ کچھ اِس انداز سے کیا گیا ہے کہ تمام شاہی ماحول کھل کر قارئین کے سامنے آجاتا ہے [۱۴] ایک دفعہ بابر کے بیٹے سب ایک جگہ اکٹھے تھے۔ اِن میں ہمایوں بادشاہ، میرزا کامران، میرزا عسکری، میرزا ہندال اور مرزا سلیمان اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے گلبدن لکھتی ہیں [۱۵]۔

حضرت بادشاہ (بابر) نے چنگیز خان کی وضع کردہ رسوم پر عمل فرماتے ہوئے فرمایا کہ آفتابہ اور چلیچی یہاں لے آؤ کہ یہیں ہاتھ دھو کر ہم سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں پہلے حضرت بادشاہ اور مرزا کامران نے ہاتھ دھوئے چونکہ مرزا عسکری اور میرزا ہندال سے میرزا سلیمان ایک سال بڑا تھا۔ اس لئے آرزوئے تعظیم دونوں بھائیوں نے آفتابہ اور چلیچی مرزا سلیمان کے سامنے پیش کی۔ ہاتھ دھو لینے کے بعد مرزا سلیمان نے اپنی ناک صاف کی۔ مرزا عسکری اور مرزا ہندال نے ڈانٹا یہ کیا بے ہودگی فرما رہے ہیں آپ، اوّل تو ہمیں یہ کیا حق تھا کہ ہم حضرت بادشاہ کے سامنے ہاتھ دھوتے اور اگر بادشاہ نے مہربانی فرما کر ہمیں یہ حکم دے دیا تھا تو ہم یہ حکم بدل نہ سکتے تھے۔ لیکن ناک صاف کرنے کی آپ نے کیا حرکت کی۔ یہ دونوں باہر چلے گئے اور باہر ہاتھ دھو کر اندر آئے اور مرزا سلیمان بہت شرمندہ ہوئے اور سب نے ایک دسترخوان پر کھانا کھایا اور آپس میں تذکرہ کیا کہ لاہور میں گلبدن بیگم نے کہا تھا کہ اُن کی خواہش ہے کہ ہم سب بھائیوں میں یک جہتی قائم رہے۔

اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کِس طرح شاہی آداب اور طور طریقوں کو روزمرہ کی زندگی میں اہمیت دِی جاتی تھی۔ آگے

چل کر لکھتی ہیں کہ مالکوں کی لڑائیوں کے سبب رعایا بھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اب اس اتفاق واتحاد کی بدولت ہر طرف خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی۔

اِس میں اُس دور کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی حالات کا تذکرہ کچھ اِس انداز میں کیا گیا کہ تمام ماحول کھُل کر سامنے آ جاتا ہے صاف گوئی کا یہ عالم ہے کہ ایک جگہ گلبدن کہتی ہیں کہ [۱۶]

> بابر کا کابل میں آنا نہ صرف سیاسی طور پر بلکہ گھریلو طور پر نیک فال ثابت ہوا۔ ورنہ کابل میں اِس کے جتنی اولادیں ہوئیں سب مر گئے کابل آ کر ایک نہ دو اٹھارہ بچے ہوئے اِس سے بڑھ کر نیک فالی کا ثبوت اور کیا ہوگا۔

جب اِس کتاب کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو مولانا شبلی نعمانی کو بڑی خوشی ہوئی اور اِس پر الندوہ جلد نمبر۳ میں ایک مفصل ریویو لکھا تھا اِس میں اُنہوں نے تحریر کیا [۱۷]

> فارسی زبان میں سادہ اور صاف واقعہ نگاری کا عُمدہ نمونہ تُزکِ جہانگیری اور واقعاتِ عالم گیری ہیں اور اِس میں شُبہ نہیں کہ یہ کتابیں سادگی اور لطافت کے لحاظ سے اِس قابل ہیں کہ ہزاروں ظہوری اور وقائع نعمت خان اِن پر نثار کر دی جائیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ہمایوں نامہ کچھ اِن سے بھی آگے ہے۔ اِس کے چھوٹے چھوٹے فقرے، سادہ اور بے تکلف الفاظ، روزمرہ کی عام بول چال، طرزِ ادا کی بے ساختگی دِل کو بے اِختیار کر دیتی ہے۔ [۱۸]

عبادت کی سادگی اور طرزِ ادا کے بے ساختہ ہونے کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اِس میں روزمرہ کے محاورے چُن چُن کر جمع کئے ہیں۔ مثلاً

> یاے می داد (پار جاتا تھا)، طرفگیہا می کرد (شوخیاں کرتا تھا) بیائید تا یکدیگر را در یابیم (آؤ ایک دوسرے کا حال واحوال دریافت کریں) خفتن شُد (سونے کا وقت آیا)، سرحضرت شوم (آپ پر قربان ہوں)، روستائی گری (گنوار پن) وغیرہ۔
>
> اِن کے خیال کے مطابق اِس قسم کی زبان اُس عہد کی تصنیفات میں بہت کم ملے گی۔ [۲۰]

تاریخی لحاظ سے اِس کی اہمیت اِس لئے بھی مسلم ہے کہ اِس میں اِس عہد کے تمدن، شائستگی، معاشرت اور خانگی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اِس طرح بیان کیا گیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اِس دور میں سانس لے رہے ہیں۔ مثلاً وہ کسی شادی یا

جلسہ کی تقریب کا حال لکھتی ہیں تو اس کی ہو بہو تصویر کھینچ دیتی ہیں مثلاً ہندال کی شادی کی تقریب کا حال لکھتی ہیں۔[۲۱]

کہ خوبصورت جوان ورعنا گانے والیوں، سازندوں اور خوش الحان گویوں اور معینات کو حوض میں بٹھا دیا گیا۔ ماہم بیگم نے جو مرصع تختِ اعلیٰ حضرت بادشاہ کو آئین ہندی کے وقت نذر کیا تھا وہ پیش گاہ خانہ میں رکھ دیا گیا۔ اِس پر زردوزی کی توشک بچھادی گئی۔ حضرت بادشاہ اور آکا جانم اِس توشک پر بیٹھے۔ آکا جانم کی دائیں طرف اعلیٰ حضرت کی پھوپھیاں، دُختران سلطان ابوسعید، مرزا فخر جہاں.................. تشریف فرما ہوئیں دوسری طرف میری پھوپھیاں................. تقریباً ۹۶ خواتین شریک تھیں۔ آگے چل کر لکھتی ہیں کہ[۲۲]

بڑے کمرے میں جو دعوت کا کمرہ تھا۔ تخت مرصع بچھا تھا۔ تخت کے اوپر اور اس کے نچلے حصے میں زردوزی کے اوسقا (پردے) لٹک رہے تھے۔ مزید برآں۔ غیر معمولی اور نادر روزگار موتیوں اور جواہر کی لڑیاں جو ڈیڑھ گز لمبی تھیں آویزاں کی گئی تھیں۔ ہر لڑی کے کنارے پر آئینہ کے دو ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ تخت کے نیچے کی سمت کوئی ۳۰، ۴۰ لڑیاں لٹکائی گئی تھیں۔ سونے کا پاندان، صراحی، کٹورے اور چاندی کے آلات و ظروف سجائے گئے تھے۔ چھپر کھٹ کے نیچے زربفت کے دسترخوان سجے ہوئے تھے جن پر مختلف قسم کے پھل اور شربت رکھے تھے اور ہر قسم کا سامانِ عیش وطرب مہیا تھا۔

اِن تمام حقائق اور واقعات کو پڑھنے کے بعد لگتا ہے کہ قاری بذاتِ خود نہ صرف وہاں شریک تھا بلکہ اُس دور میں چل پھر رہا تھا۔ اور اِس کے ساتھ ساتھ گلبدن بیگم کی یادداشت کو بھی خراج تحسین پیش کرنے کو دِل چاہتا ہے کہ جنھوں نے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک واقعہ کو ہو بہو بیان کیا۔ عورتوں کے متعلق وہ بہت سی نئی معلومات فراہم کرتی ہیں مثلاً عورتیں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فنونِ سپہ گری سے بھی خوب واقف ہوتی تھیں[۲۳] سفر اور سیر وشکار میں عموماً گھوڑے پر سوار ہوتی تھیں بعض اوقات وہ مردانہ لباس بھی پہنتی تھیں۔ مہر انگیز بیگم (یعنی مظفر حسین مرزا بیگرہ کی بیٹی) کے بارے میں لکھتی ہیں کہ وہ مردانہ لباس میں ملبوس اور ساز بجانے میں ماہر تھیں۔ ہمایوں جب ایران گیا تو اُس کی ایک بہن ہمیشہ ایک گھوڑے پر سوار اِس کے عقب میں چلتی تھی شاہی خاندان کے آدمی جب ایک جگہ مل کر بیٹھتے تھے تو عورتیں بھی گانے میں شریک ہوتی تھیں۔[۲۴]

یہ رجب ۹۴۱ھ کی پندرھویں تاریخ تھی کہ اعلیٰ حضرت بادشاہ نے گجرات جانے کا پختہ ارادہ ظاہر کیا اور باہ زر افشاں میں پیش خانہ استادہ کیا اور ایک مہینہ تک وہاں قیام کیا۔ اعلیٰ حضرت سوموار اور بدھ کے دن بیگمات

اور بہنوں کے ساتھ وقت گزارتے اور اُس دن بھی وہ ایک خیمہ گاہ میں تشریف لائے اور رات کے تیسرے پہر تک تفریح جاری رہی خاص الخاص اُمراء کے علاوہ بہت سی بیگمات بھی وہاں موجود تھیں ان میں بہنیں شریکِ محفل تھیں۔ سازندہ عورتیں اور مغنیات اور گانے والیوں نے ساز بجائے اور گانے گائے۔ تین پہر رات گزر جانے پر حضرت بادشاہ نے آرام کیا۔

گویا کہ تمام ماحول خوشگوار تھا اور یہ احتیاط رہتی تھی کہ اُس وقت کوئی بیگانہ آدمی نہ ہو۔ عورتوں کا نہایت احترام کیا جاتا تھا بابر کی بیوی ماہم بیگم کابل سے ہندوستان آئی تو بابر دو کوس تک پیدل استقبال کو گیا[۲۵] ہمایوں نامہ میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا۔

مغرب کی نماز کے وقت کسی نے بابر کو خبر کر دی کہ میں نے ماہم بیگم کو چار میل کے فاصلے پر دیکھا ہے۔ بابر نے گھوڑے کے لائے جانے کا انتظار بھی نہ فرمایا۔ اور پیادہ ہی آگے کو چل پڑے اور ماہم بیگم کو اپنے ہمراہ خیمے میں لائے۔

یہ کتاب اِس لحاظ سے بھی گرانقدر ہے کہ اِس میں بابر اور ہمایوں کی گھریلو زندگی کی تفصیلات، مصنفہ کی ایک دِلآویز تصویر اور ہمایوں کے زمانے کی درباری زندگی کا بیان مفصل ملتا ہے۔ اکبر نامہ کی جلد سوئم میں کئی واقعات کے سلسلے میں گلبدن بیگم کے حوالے موجود ہیں[۲۶]

اِس کے علاوہ اِس میں مصنفہ نے اِس بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھا کہ ہمایوں کی تمام زِندگی اپنے بھائیوں کو سنبھالنے، دُشمنوں سے جنگ لڑنے اور اپنے ہی افسروں اور نام نہاد وفاداروں سے نمٹنے اور انتہائی غربت و افلاس کے عالم میں در در کی ٹھوکریں کھانے میں بسر ہوئی۔ اِس کے ساتھ ساتھ بابر کے رحم و کرم کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس کی بیگمات کو بھی اکثر یہ شکایت رہی کہ اُس نے زندگی بھر اپنی بیویوں سے زیادہ اپنی بیوہ رشتہ دار خواتین کی طرف توجہ مبذول رکھی[۲۷] یہاں گلبدن تحریر کرتی ہیں کہ[۲۸]

بابر آگرہ میں لگا تار چار سال رہا تو اُس کا یہ معمول تھا کہ وہ باقاعدہ ہر جمعہ کو اپنی پھوپھیوں کے ہاں سلام کے لئے جاتے اور ان کی مزاج پرسی کرتے ایک دن بہت گرمی پڑ رہی تھی اور میری والدہ محترمہ نے والدِ محترم سے کہا کہ آج سخت لو چل رہی ہے اگر آپ آج ایک جمعہ کو اپنی پھوپھیوں کی مزاج پرسی کو نہ جائیں تو کیا فرق پڑے گا میرے والد نے والدہ سے کہا "ماہم! تو نے عجیب بات کہہ دی ہے دُختران حضرت ابوسعید سلطان

مرزا اپنے باپ اور بھائیوں سے جُدا ہیں اگر اُن کی خاطر جوئی نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔

اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابر حکمرانی کے ساتھ ساتھ اپنے گھریلو فرائض کو بھی بحسن وخوبی سرانجام دیتا تھا اور ہمایوں نامے سے اِس بات کی بھی جھلک ملتی ہے کہ ملکی معاملات میں عورتوں سے بھی مشورے لئے جاتے اور ہر قسم کے امور میں اِن کی شرکت ضروری سمجھی جاتی۔ اسی وجہ سے جہاں کوئی سیاسی واقعہ ہو یا خاندانی تقریب یا سفر کا حال واحوال۔ ہر جگہ خواتین بدرجۂ اتم موجود نظر آتی ہیں۔ اس کی جا بجا مثالیں ہمایوں نامہ میں نظر آتی ہیں۔ایک اور خصوصیت ہمایوں نامہ سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ گلبدن بیگم تاریخی واقعات لکھنے میں اتنی ماہر تھیں کہ وہ جانتی ہیں کہ کس واقعہ کو سمیٹ کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر لکھنا چاہیے۔اور یوں نظر آتا ہے کہ وہ خوب جانتی ہیں کہ کون سا واقعہ قارئین پر کیا اثر رکھتا ہے اس لئے اس کے اسباب وعلل سے کہاں تک بحث کرنی چاہیے۔

ریاض الشعراء[۲۹] اور مخزن الغرائب[۳۰] میں گلبدن بیگم کا نام بھی شعراء کی فہرست میں درج ہے۔لیکن دونوں میں صرف ایک شعر منقول ہے۔جس کو مسز بیورج نے ہمایوں نامے کے دیباچے میں نقل کیا ہے:

ہر پری روئے کہ اوبا عاشق خود یار نیست[۳۱]
تو یقین میدان کہ ہیچ از عمر بر خوردار نیست

کتاب سے اس بات کی عکاسی بھی ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ شاہی خواتین کے حلقے میں رہیں اور شاہی رسوم وعادات اور رسم ورواج ان کی ذاتی زندگی میں اس طرح رچ بس گئے کہ وہ اُنہیں اپنی ذات ہی کا ایک حصہ نظر آنے لگے شاہی خواتین کا تذکرہ اکثر وبیشتر نظر آتا ہے اور تقریباً ۱۸۰ یا ۲۰۰ شاہی خواتین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہمایوں کے بدخشاں چلے جانے اور بابر کے باہر گشت لگاتے رہنے کی وجہ سے گلبدن کو بچپن میں بڑے بھائی اور بھائی کی معیت کا بہت کم موقع ملا۔ جب ذرا ہوش سنبھالا اور پہلی دفعہ سندھ کے یار باب کے پاس آئی تو بہت ڈرتے ڈرتے بادشاہ کے سامنے گئی۔محل کی اکثر خواتین کی طرح وہ بھی نہایت دیندار لڑکی تھیں اور اہلِ خاندان کے حق میں خُدا سے رحمت وکرم کی دعائیں کرتی تھیں۔لیکن باطنی علم الاعمال سے واسطہ نہ رکھتی تھی۔

کابل کی چھوٹی سی سرکار میں شاہی خاندان ''ایام بے تاج'' کے زمانے سے اب تک بہت کچھ بدل چکا تھا۔محل سرا میں الیسن دولت جیسے ہٹیلے مزاج کی کوئی خاتون ''تاتاری مادر شاہ'' کی حاکمانہ شان سے حکم چلانے والی نہیں رہی تھی۔ ہمایوں کی ماں ، ماہم بیگم محل کے اندر گوشہ نشینی پر قانع تھی اور زیرِ نظر زمانے میں بیرونی معاملات کی طرف آنکھ اٹھا کے نہ دیکھتی تھی۔اگرچہ اِس کا شوہر بار ہا جاتا اور تماشا کرنے والے بندروں سے لے کر پشاور کی منڈی کے نفیس ریشم تک طرح طرح کے تحفے ، بیویوں ، بچوں

کو لا کر دیتا رہتا تھا۔ بہر حال کابل کے گوشہ سلامتی میں سب خواتین خوش تھیں۔ بابر کی ہر بار مراجعت پر ان کی خوشی منانا اور ضیافتیں کرنا اسی خوش دلی کی صریحی دلیل ہے۔ ایک مرتبہ اس کے دل میں آئی کہ وہ اپنی آمد کو صیغۂ راز میں رکھے اور جب شہر کی ندی پر پہنچ گیا تب کہیں لوگوں نے اسے دیکھ لیا تو ایک دم سارے شہر میں گڑ بڑ مچ گئی دونوں بڑے بیٹے پیشوائی کے لئے دوڑے۔ انہیں اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آتے۔ بابر کو ان کی گھبراہٹ دیکھ کر بہت لطف آیا۔[۳۲]

ہمایوں نامہ حقیقت میں سارے خاندان ہی کی سرگزشت ہے۔ اِس بات کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ اُس وقت ہمایوں نامہ کی (نو) کاپیاں کروائی گئیں۔ دو کاپیاں بادشاہ کی لائبریری کے لیے، تین کاپیاں شہزادہ سلیم، مراد اور دانیال، ایک ماہم بیگم کو جبکہ دو ابوالفضل کو دی گئیں جس کے لئے اکبر نے اتنی محنت گلبدن سے کروائی اور ایک شاید گلبدن کی اپنی کاپی جو کہ زمانے کا سفر طے کرتے ہوئے ایک انگریز کرنل جارج ولیم ہملٹن کے قیمتی مسودات کے ساتھ لندن جا پہنچی اور ہملٹن کے کل 351 قیمتی مسودات تھے۔ جسے اس کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے برٹش میوزیم کے پاس فروخت کر دیا۔ پھر مسز لیبنے نے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کر دیا۔[۳۳]

تنقیدی جائزہ

کتابت کے علاوہ اِس میں کئی ایسی غلطیاں ہیں مثلاً بعض اوقات گلبدن بیگم اہم واقعات کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کرتی ہیں مثال کے طور پر قنوج اور چوسہ کی جنگ کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ اِس کے علاوہ جب وہ شاہی تقریبات کا ذکر کرتی ہیں تو بعض اوقات غیر ضروری تفاصیل کا ذکر کرتی ہیں۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

مذکورہ تصنیف کا نام پڑھتے ہی فوری طور پر یہ خیال دل میں جاگزیں ہوتا ہے کہ یہ بابر و ہمایوں کی سرگزشت زمانہ ہوگی۔ لیکن اس کے مفصل مطالعے کے بعد قاری اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اِس کا نام ہمایوں نامہ کی بجائے سرگزشتِ گلبدن بیگم ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ مصنفہ گھریلو اور خاندانی زندگی کے شب و روز بیان کرنے کے علاوہ کسی اور بات کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر کرتی ہیں۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اکبر نے اس لیے یہ تصنیف لکھوائی کیونکہ ان تمام حالات و واقعات میں گلبدن بہ نفسِ نفیس خود شریک رہیں یا اپنی آنکھوں سے تمام حال احوال دیکھے۔ اگر مصنفہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ درپیش حالات و واقعات کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھتیں تو ہمایوں نامہ ایک منفرد نوعیت کی حامل کتاب ہوتی اور اس کی افادیت دو چند ہو جاتی عام خواتین کا تذکرہ ہمیں کہیں بھی

اور کسی بھی حوالے سے نظر نہیں آتا۔ جب بھی خواتین کا تذکرہ آتا ہے تو صرف اور صرف شاہی خواتین کا۔

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادئ نسواں کہ زمرّد کا گلوبند

حوالہ جات

۱- ابو ریحان البیرونی، *آثار الباقیہ* (Chronology of Ancient Nations)، ترجمہ از زخاؤ (E.Sachau)، لندن، ۱۸۷۹ء، ص ص ۲۹، ۶۹۔

۲- K.B. Smellie, *Meaning of History,* (London: n.p 1957), p. 7

۳- *اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ*، زیرِ اہتمام دانش گاہ، جلد ۱۷، (لاہور: پنجاب، ۱۹۷۸ء)، ص ۵۵۳۔

۴- ایضاً۔

۵- سید صباح الدین عبدالرحمٰن، *بزمِ تیموریہ* (بھارت، اعظم گڑھ، ۱۹۴۸ء)، ص ۴۳۶۔

۶- دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۵۵۴۔

۷- Gul Badan Begum, *Humayun-Nama* Translated by Annette S.Baveridge Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1902, p. 4.

۸- پیرلڈیم، *بابر شیر ببر*، مترجم، سید ہاشمی فرید آبادی، لاہور، شیخ غلام علی سنز، ۱۹۶۹ء، ص ص ۱۸۸-۱۸۹۔

۹- رشید اختر ندوی، *ہمایوں نامہ*، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۸۔

۱۰- ایضاً۔

۱۱- خافی خان، *منتخب اللباب: مغلیہ دورِ حکومت*، حصہ اول، مترجم محمود احمد فاروقی، ص ص ۱۰-۵۸۔

۱۲- *ہمایوں نامہ*، ص ص ۶۵-۶۶۔

۱۳- صلاح الدین ناسک، *دورِ مغلیہ*، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۷۳ء، ص ۷۶۔

۱۴- ایضاً، *ہمایوں نامہ*، ص ص ۳۴-۳۵۔

۱۵- ایضاً۔

۱۶- ایضاً، ص ص ۱۳۷-۱۳۸۔

۱۷- سید ہاشمی فرید آبادی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۹۔

۱۸- سید صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم تیموریہ، ص ۴۳۷۔

۱۹- سید صباح الدین عبدالرحمٰن مقالات شبلی، جلد چہارم، ص ۱۲۱۔

۲۰- بزم تیموریہ، ص ۴۳۸۔

۲۱- ہمایوں نامہ، ص ۴۸۔

۲۲- ایضاً، ص ۴۶-۴۷۔

۲۳- Mr. Beveridge, *Humayun Nama,* p. 126.

۲۴- ہمایوں نامہ، ص ۲۹۔

۲۵- ایضاً، ص ۲۷۔

۲۶- ادارہ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۵۵۴۔

۲۷- دور مغلیہ، ص ۷۶۔

۲۸- ہمایوں نامہ، ص ۲۳۔

۲۹- قلمی نسخہ، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی۔

۳۰- قلمی نسخہ دارالمصنفین

۳۱- Mrs. Beverede, p. 76, See also detail in Mir Mehdi, *Sherazi, Tazkiratul-l-Khwatin.*

۳۲- بابر شیر ببر، ص ۱۶۰۔

۳۳- ہمایوں نامہ، ص ص ۵-۶۔